اکائی ۴ اندلس میں نثر نگاری اوراس کا ارتقا

۴۔۱ مقصد

۴۔۲ تمہید

۴۔۳ اندلس میں نثر نگاری

۴۔۴ فن خطابت

۴۔۵ اسلوب خطابت وخصوصیات

۴۔۶ خطابت کے اقسام

۴۔۷ مراسلہ نگاری

۴۔۸ تصنیف وتالیف

۴۔۹ ابن عبد ربہ

۴۔۱۰ ابن حزم

۴۔۱۱ ابن شھید

۴۔۱۲ خلاصہ

۴۔۱۳ نمونے کے امتحانی سوالات

۴۔۱۴ فرہنگ

۴۔۱۵ مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

اکائی۴ اندلس میں نثر نگاری اوراس کا ارتقا

۴۔۱ مقصد

اس اکائی کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس بات سے واقف ہوسکیں گے کہ اندلس میں مسلمانوں کے دور حکومت میں عربی ادب کی نثر نگاری کو کیسے عروج حاصل ہوا، نثر میں خطابت، مراسلہ نگاری اور تصنیف وتألیف بطور خاص شامل رہیں، طلبہ یہ بھی جان لیں گے کہ اندلس کے ابتدائی دور حکومت میں نثر نگاری کے فن پر مشرق کی نثر نگاری کا رنگ غالب رہا، پھر بعد میں اس کے اندر انفرادیت پیدا ہوئی ،اور یہ کہ وہاں کے مشہور نثر نگاروں میں ابن زیدون، ابن شھید، ابن حزم، ابن عبدربہ، اور ابن خفاجہ ہیں، ان میں سے بعض کے مختصر حالات اور علمی خدمات کے نمونے بھی جان سکیں گے۔

۴۔۲ تمہید

جیسا کہ پچھلی اکائی میں معلوم ہو چکا ہے کہ اہل اندلس علم وادب کے بہت شوقین تھے، وہ اس جذبہ کی تسکین کے لئے مشرق کے دور دراز ملکوں کا سفر کرتے اور اساتذہ سے استفادہ کرتے، اسی طرح اہل مشرق بھی اندلس میں تحصیل علم کے لئے آتے۔ ادھر اندلس کی اموی حکومت بغداد کی عباسی حکومت کی حریف تھی، اہل اندلس اہل مشرق سے کسی میدان میں بھی پیچھے رہنا پسند نہیں کرتے تھے، وہ علمی وادبی ارتقاء میں ان کا تتبع کرتے، اس لئے علم وادب کی ترویج وترقی میں امراء اور خلفاء کی حوصلہ افزائی کا بڑا دخل رہا، جس کی وجہ سے ادباء اور شعراء اپنے ادبی ذوق کی تسکین کے لئے ادبی کاوشوں میں مصروف رہے۔

اگر چہ اندلس میں ادبی ترویج وترقی میں شاعری اور خاص طور پر جدید شاعری کا نمایاں حصہ ہے جس کی وجہ سے اسے شہرت بھی حاصل ہوئی، لیکن نثر نگاری کے میدان بھی ادباء اندلس نے کچھ کم کارنامے انجام نہیں دئے، انہوں نے ادبی تصنیفات وتالیفات کے ساتھ فن خطابت کو بھی ترقی عطاء کی اور خلفاء، امراء کے درمیان خط وکتابت، اور باہم مراسلہ نگاری میں جذبات واحساسات کی ترجمانی ،اور مناظر فطرت کی تصویر کشی، ان سب چیزوں نے اندلس میں نثر نگاری کو ایک جدید قوت عطا کی، اور علمی وادبی تصنیفات کے میدان میں تو انہوں نے بیش بہا قیمتی اثاثہ چھوڑا ہے جس پر بجا طور سے اندلس کو فخر حاصل ہے، آنے والے صفحات میں اندلس کی نثر نگاری اور

اس کے تاریخی مراحل اور خصوصیات اور اہم ادبی شخصیات کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا۔

۳۔۴ اندلس میں نثر نگاری

جس طرح مشرق کے عباسی دور میں نثر نگاری کے فن کو ترقی ہوئی، اور خطابت، رسالہ نگاری اور تالیف وتصنیف جیسے اغراض اورفنون کا نثر نے احاطہ کیا، اسی طرح اندلس میں بھی نثر نگاری نے ترقی حاصل کی اور مذکورہ اغراض وفنون کا احاطہ کیا۔

جن ادوار اور مراحل سے اندلس میں نثر نگاری اپنی منزلیں طے کرتی رہی وہ تین ادوار ہیں:

۱۔ فتح اسلامی اور اموی دور کے شروع میں ادب کی یہ صنف خطبات اور رسائل کی حد تک تھی، اس لئے کہ اس زمانے کے نثر نگار مشرق سے تعلق رکھتے تھے، وہ لوگ نئے ماحول میں وہی انداز اختیار کئے جو ان کے وطن میں رائج تھا، اور مشرق میں اس وقت نثر کے اصناف میں سے صرف وعظ ونصائح تھے جو لوگوں کو دینی فرائض کی ادائیگی کے لئے آمادہ کرتے، اور کچھ ایسے کلام تھے جو مجاہدین کے دلوں میں جذبات پیدا کرتے اور فتنہ وشورش کی بیخ کنی کرتے، اور دھمکیوں پر مشتمل ہوتے، اور رسائل بھی ہوتے جو اُحکام اور عمال کے درمیان تبادلۂ خیال کا کام کرتے جن میں ادبی تفنن ہوتا۔

۲۔ پھر جب اندلس میں علم وثقافت کی فضا قائم ہوئی اور خلیفہ ناصر، ان کے بیٹے حکم اور ملوک الطّوائف مدارس ومکاتب قائم کرنے میں ایک دوسرے سے پہل کرنے لگے، اور مشرق کی طرف تحصیل علم وادب کے وفود بھیجنے لگے تا کہ مشرق کے نثری وشعری ادبی ذخیروں سے استفادہ کریں، اور وزارت کے مناصب کے لئے ادبا اور مراسلہ کے ماہرین کے انتخاب میں منافسہ کرنے لگے تب امراء کی نگاہوں میں نثر کو اعلی مقام حاصل ہوگیا، اور ادباء نثر نگاری میں منہمک ہوگئے، اس کے اغراض ومقاصد اور الفاظ میں تفنن، جدت پیدا ہونے لگی، پھر مقالات میں وسعت اور گہرائی نے نثر نگاری کے فن کو عروج بخشا، اور جید قسم کے نثر نگاروں کے شہرت ہوئی۔

۳۔ جب مغرب کے موحدین ومرابطین نے اندلس میں زمام حکومت سنبھالی تو اسوقت نثر نگاری کا فن عروج کو پہونچ چکا تھا، لیکن ان کے عہد میں نثر مائل بہ انحطاط ہونے لگا، اور نثر نگاری صنعت لفظی کے حسن وجمال میں سمٹ کر رہ گئی کیونکہ وہ زمانہ مسلسل شورشوں اور جنگوں کا زمانہ تھا۔

اس طرح اندلس میں نثر نگاری کو تین اصناف میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: خطابت، مراسلہ نگاری اور تصنیف۔

۴۔۴ فن خطابت

اندلس میں فن خطابت ابتدائی دور میں فتوحات اور جہاد سے وابستہ تھا، چنانچہ جب عرب ایسے اجنبی علاقوں میں داخل ہوئے جہاں ان کے دشمن ان کی تاک لگائے بیٹھے تھے تو انہیں خطبات سے سہارا لینا پڑا تا کہ اس کے ذریعہ دینی حمیت کو بیدار کیا جائے اور لوگوں کو جہاد میں صبر مشقت پر آمادہ کیا جائے، اس طرح اندلس اسلامی میں خطبات کی شروعات ہوئی، ان کے خطبات اسی انداز سے تھے جیسے بنوامیہ کے عمال اور امراء میں زیاد بن ابیہ اور حجاج وغیرہ کے تھے، جس میں روانی اور فصاحت وبلاغت ہوتی، پر تکلف سجع سے خالی ہوتے، واضح معانی ومقاصد کے حامل ہوتے، پھر جب عرب قبائل میں اختلافات شروع ہوئے تو ان خطبات میں عصبیت کا عنصر نمایاں ہونے لگا۔ اس عصر اول کے اہم خطبات میں طارق بن زیاد کا وہ مشہور خطبہ جو انہوں نے اپنے فوجی دستہ کے سامنے دیا تھا اعلی نمونہ ہے۔

پھر جب فن وثقافت کا دائرہ وسیع ہوا اور مختلف علوم وفنون کی نشر واشاعت ہوئی اور عام لوگوں کا ان علوم کی طرف رجحان بڑھا تو علمی مباحثات ومناظرات کثرت سے ہونے لگے اور خطبات کے اغراض ومقاصد میں تنوع پیدا ہوا اور اسلوب وانداز میں تبدیلی آئی، سجع اور محسنات کے تکلفات خطبات کا حصہ بنے کیوں کہ امراء عمدہ خطیبوں کی شان بڑھانے لگے تھے۔

بربر حکام کے زمانہ میں خطابت تنزلی وانحطاط کا شکار رہا، کیوں کہ خطابت میں اب تصنع وتکلف زیادہ ہونے لگا تھا، اور سجع غلو کی حد تک بڑھ گیا، نیز خطابت کا دائرہ مساجد میں وعظ تک محدود ہو کر رہ گیا۔

فن خطابت اندلس میں اگرچہ ترقی کی ان منزلوں کو نہ پہونچ سکا جہاں مشرق میں پہونچ چکا تھا، اس کے باوجود اعلی خطیبوں کی ایک جماعت ضرور تیار ہوگئی تھی جو اسلامی اندلس کے مختلف ادوار حکومت میں مشہور رہی جیسے عبدالرحمٰن اموی کے دور میں ولید بن عبدالرحمٰن بن غانم، اور مرابطین کے زمانے میں عبداللہ الفخار اور ابوالحسن منذر بن سعید بلوطی قاضی قرطبہ وغیرہ۔

۵۔۴ اسلوب خطابت وخصوصیات

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ اندلس میں فن خطابت کی شروعات صنعت لفظی ومعنوی سے بعید رہی، اسلوب میں سلاست اور الفاظ ومعانی میں سادگی اس کا مزاج تھا اور خطباء اپنے خطبوں اختصار سے کام لیتے، اطناب اور بے ضرورت الفاظ سے احتراز کرتے کیوں کہ فصیح اور واضح عربی زبان کے وہ عادی تھے، فن خطابت پر یہی رنگ ایک طویل زمانہ تک غالب رہا۔

مرورِ زمانہ کے بعد جب تمدن میں ترقی ہوئی اور ظاہری چمک دمک کا مزاج بننے لگا تو اس کا اثر خطابت پر بھی پڑا، چنانچہ خطبات کے جملوں اور تراکیب میں صنعت کا استعمال ہونے لگا، لیکن علم بدیع کی بعض وہی صنعت ان خطبات میں استعمال ہوئی جو اس وقت رائج تھی جیسے سجع وغیرہ، نیز اب خطبات میں اختصار کے بجائے طوالت کا رواج ہو گیا چنانچہ اس کی مثال منذر بن سعید بلوطی کے خطبوں میں ملتی ہے۔

اس کے بعد اندلس سے اہل علم کے قافلے مشرق کی طرف نثری ادب کی مختلف انواع کی معرفت حاصل کرنے کیلئے سفر کرنے لگے، اس طرح مشرق کے نثر کی چھاپ اندلس کے نثر پر پڑنے لگی، اور نثر نگاروں کی جولانی طبع تنافس کی شکل اختیار کر گئی، اب صنعت لفظیہ کا رجحان بڑھنے لگا سجع اور تجنیس کا التزام اپنی حدود سے آگے بڑھنے لگا، اور خطابت ایک ایسے نئے لباس میں ظاہر ہوئی جس کا پچھلے دور کے خطابت سے کوئی میل ہی نہیں رہا۔

اندلس میں خطابت کے اس نشیب وفراز کے باوجود اس کے اسلوب کی ایک خصوصیت ہر دور میں یہ رہی کہ خطباء اپنے خطبوں کو قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبویہ کے اقتباسات سے مزین کرتے رہے، اس کے علاوہ عربی امثال اور اشعار کو بھی بوقت ضرورت موضوع کی مناسبت سے اپنے خطبات میں مناسب جگہ دیتے رہے، ان کے اکثر خطبات کی شروعات اللہ کی حمد وثناء اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام سے ہوتی اور خاتمہ کبھی قرآنی کلمات سے تو کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام سے اور کبھی موضوع کے مناسب دعائیہ کلمات سے مکمل ہوتا۔

۶۔۴ خطابت کے اقسام

اندلسی عہد حکومت کے خطابت کو ہم تین قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

سیاسی خطبات، معاشرتی خطبات، دینی خطبات

ا۔ سیاسی خطبات:

یہ وہ خطبات ہوا کرتے تھے جن میں کسی گروہ کی طرف دعوت، کسی فریق کی مدد کے لئے ترغیب کے علاوہ اس طریق کار کی تشریح ہوتی تھی جس کو خلیفہ اپنے ایام خلافت میں اختیار کرنا چاہتا، اس قسم کے سیاسی خطبات میں وہ خطبات بھی شامل ہیں جو جنگی حالات میں دئے جاتے جن میں دشمنوں سے معرکہ آرائی کی حوصلہ افزائی کی جاتی، اور شکست کے تصور اور راہ فرار اختیار کرنے سے متنفر کیا جاتا۔

اندلس کے سیاسی نشیب وفراز اور معاشرتی حالات سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ سیاسی نوعیت کے خطبات وافر مقدار میں رہے ہونگے، لیکن داخلی انقلابات کی وجہ سے اکثر خطبات ضائع ہوگئے، نیز ان خطبات میں انقلابی افکار اور حکوماتی نظام وامن وامان کے متأثر کرنے جیسے مواد کی وجہ سے ان خطبات کی تدوین وترتیب بہت کم ہی انجام پائی۔

۲۔ معاشرتی خطبات:

یہ وہ خطبات ہوا کرتے تھے جو وفود کے استقبال کے وقت یا دشمن کے خلاف کامیابی اور فتح یا مظلوم کے لئے سفارش یا معذرت کے مواقع پر دئے جاتے تھے جیسے ابوعبداللہ بن فخار کا وہ خطبہ جو انہوں نے قاضی ابومحمد وحیدی کی سفارش میں، یوسف بن تاشقین اور ان کے درباریوں کے سامنے دیا تھا۔

ان خطبات میں وہ خطبات بھی شامل ہیں جن کا مقصد اعلی اخلاق سے لوگوں کو مزین ہونے اور بری چیزوں سے دور ہونے کی ترغیب کے لئے دئے جاتے تھے ان خطبات کی ایک مثال منصور بن ابی عامر کا وہ خطبہ ہے جس میں انہوں نے ان لوگوں کے جواب میں دیا تھا جنھوں نے شاعر ابوعمر یوسف الرماوی کی تنقیص کرنے کی کوشش کی۔

۳۔دینی خطبات:

دینی خطبات سے وہ خطبات مراد ہیں جن میں لوگوں کو دینی اخلاق اور آخرت کے عمل کی ترغیب دی جاتی، دنیا کی زیب وآرائش اور مال واولاد کی چمک دمک اور گہما گہمی اور ہر اس چیز میں زاہدانہ روش اختیار کرنے کی دعوت دی جاتی جو اللہ کی یاد اور اس کی عبادت سے غافل کرے۔ یہ خطبات عام طور سے جمعہ، عیدین، بعض مواسم اور وعظ کے اوقات میں دئے جاتے تھے۔ ان خطبات کی مثال میں لسان الدین بن الخطیب کے بعض خطبات ہیں۔

۷۔۴ مراسلہ نگاری

مراسلہ نگاری میں اہل اندلس نے مشرق کی تقلید کی، چنانچہ فتوحات کی پہلی صدی میں رسائل اسی انداز کے تھے جیسے بنوامیہ کے عہد میں خلفاء، امراء اور سپہ لاروں کے ہوتے تھے جن میں سیاسی احوال کا رجحان ہوتا، معانی واضح ہوتے، انداز واسلوب میں اختصار ہوتا، تکلف وتصنع سے خالی ہوتا۔

پھر جب علم وادب میں توسع ہوا، خلفاء وامراء اس کا حد درجہ اہتمام کرنے لگے، علمی قافلے مشرق سے استفادہ کرنے لگے، زندگی کے تمام شعبوں میں تہذیب وثقافت کے مظاہر نمایاں ہونے لگے تو مراسلہ نگاری کا فن ایک مستقل فن ہوگیا، اس کے اغراض ومقاصد اور اسلوب نگارش میں تنوع پیدا ہوا، اور یہ رسائل دو قسم کے ہوگئے: دیوانی رسائل، اور ادبی رسائل۔

دیوانی رسائل میں امراء اور حکام کے مابین کامیابی پر مبارکباد کا تبادلۂ خیال اور تازہ ترین صورت حال کی خبر، کس عہدہ کی ذمہ داری وغیرہ جیسے موضوعات شامل ہوگئے۔ اور ادبی رسائل کا جہاں تک تعلق ہے، تو تمام ادباء اس فن میں مشغول ہوئے، یہ رسائل برادرانہ تعلقات، مناظرات، مباحثات، مقدمات، خیالی قصے، اور مقامات کے اسلوب میں ہوتے، یہ رسائل مختلف اغراض ومقاصد کے حامل ہوتے جیسے معذرت، شوق، مدح، ہجو، سرزنش، مرثیہ، شکوی، وصف، استہزاء، تلوار وقلم کے درمیان مناظرہ، مختلف پھولوں اور حیوانات کے درمیان مناظرہ وغیرہ، وصف نگاری ان کے نثر وشعر دونوں پر حاوی تھی، چنانچہ فطری حسن وجمال کے استعارات، آسمان وبادل، باغات اور پھولوں دریاؤں، پرندوں، محلوں کے اوصاف، اسفار وجنگیں، شراب وندیم، اور پر کیف لہو ولعب کی مجلسوں کی منظر

کشی ان ادبی رسائل میں نمایاں ہوتی۔

اندلس میں ادبی نثر نگاری میں بہت سے ادباء نمایاں اور مشہور زمانہ ہوئے جیسے ابن زیدون، ابن شھید، ابن ادریس، ابن خفاجہ، ابن الخطیب، ابن حزم، ابن عبدربہ، ابن جبیر وغیرہ۔

۸۔۴ تصنیف وتالیف

علمی اور ادبی تصنیف وتالیف کا کام اندلس کے ابتدائی دور مسلم حکمرانی میں نہ ہونے کے برابر تھا، یہ تحریک اس وقت شروع ہوئی اور پھر اس کا دائرہ وسیع ہوا جب مشرق میں عباسی دور کی تہذیب وثقافت کے اثرات اندلس پر پھیلنا شروع ہوئے، پھر کیا تھا اندلس کے ادباء مشرق کے ادباء سے تمام علوم وفنون جیسے لسانیات، سائنس، ریاضیات، فلسفہ، تاریخ وجغرافیہ وغیرہ میں مسابقت کرنے لگے اور ان علوم وفنون میں ان کی تصنیفات سامنے آئیں، ادبی تصنیفات میں ابن عبدربہ کی ''العقد الفرید'' اور ابن بسام کی ''الذخیرۃ'' اور ابن خاقان کی ''قلائد العقیان'' اور ''مطمح الأنفس'' اور ابن شھید کی فن تنقید میں ''التوابع والزوابع'' اہم ترین تصنیفات ہیں، اب اندلس کے ان مشہور ادیبوں میں سے چند ادباء کے مختصر حالات زندگی کا تذکرہ اور ان کی ادبی تخلیقات پر تبصرہ کیا جارہا ہے۔

۹۔۴ ابن عبدربہ

ابن عبدربہ ۱۰/ رمضان ۲۴۶ھ، ۲۹ نومبر ۸۶۰ء بمقام قرطبہ پیدا ہوئے، ان کی اوائل زندگی کے حالات بہت کم ملتے ہیں، وہ ماحول اور خاندان جس میں انہوں نے نشو ونما پائی پردۂ خفا میں ہے، صرف اتنا معلوم ہوسکا ہے کہ ان کے دادا اندلس کے دوسرے اموی خلیفہ ہشام بن عبدالرحمٰن الداخل کے آزاد کردہ غلام تھے، ابن عبدربہ نے قرطبہ ہی میں تربیت پائی اور یہیں تعلیم حاصل کی۔ اس دور میں علم فقہ کی جانب لوگوں کا زیادہ رجحان تھا، اس لئے ابن عبدربہ نے بھی شروع میں فقہ کی تعلیم کی طرف خاص طور پر توجہ دی اور دیگر علوم بھی حاصل کئے، اپنے زمانہ کے مشہور اساتذۂ فن کی علمی وادبی مجالس میں شریک ہوکر اپنے ذوق وشوق کو پروان چڑھایا اور ان کی زبردست قوت حافظہ کے باعث جلد ہی قرطبہ کی علمی مجالس ان سے رونق ہونے لگیں اور انہیں قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا، عربی شعر وادب پر ان کی گہری نظر نے ان کی شہرت وعظمت میں چار چاند لگادیے۔

ابن عبدربہ فی البدیہہ شعر کہتے تھے اور جب بھی طبع آزمائی کا ارادہ کرتے تو شعران کی زبان سے بے ساختہ رواں ہونے لگتے تھے، عوام کی طرح خواص سے بھی ان کی شاعری نے دادِ تحسین حاصل کی، وہ اکثر فرحت انبساط کی تلاش میں رہتے اور موسیقی کے سروں میں گم ہوجاتے، ایک دفعہ وہ قرطبہ میں کسی امیر کے محل کے پاس گزر رہے تھے، وہاں پر گانے کی محفل آراستہ تھی، جب گانے کی آواز ان کے کانوں میں پڑی تو ٹھہر گئے اور صاحب قصر کو یہ اشعار لکھ کر بھیجے:

یا من یضمن بصوت الطائر الغرد ماکنت أحسب هذا البخل فی أحد

لو أن أسماع أهل الأرض قاطبة أصغت الی الصوت لم ینقص ولم یزد

(اے وہ شخص جو دوسروں سے) چھپھانے والے پرندہ کی آواز (سننے کے معاملے میں) بخل کرتا ہے میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص اتنی معمولی سی چیز کے لئے بخل کرتا ہو۔

اگر تمام اہل زمین کے کان بھی اس آواز کی طرف متوجہ ہوجائیں، تو یہ چیز اس کی آواز کو نہ کم کرے گی نہ زیادہ) صاحب قصر کو جیسے ہی یہ رقعہ ملا تو وہ شعر پڑھنے کے بعد فوراً نیچے اترا اور ابن عبدربہ کو اپنی مجلس میں لے گیا۔ آخر عمر میں ابن عبدربہ پر فالج کا حملہ ہوا اور اسی کے اثر سے یہ روشن چراغ قرطبہ میں ۱۸ جمادی الأولی ۳۲۸ھ مطابق ۳ مارچ ۹۴۰ء کو گل ہوگیا۔

العقد الفرید:

"العقد الفرید" ابن عبدربہ کا سب سے اہم علمی کارنامہ ہے۔ ان کی یہ کتاب متنوع ادبی و علمی معلومات پر مشتمل ہے، اس میں جابجا موقع کی مناسبت سے اپنے اور دوسرے شعرا کے اشعار نقل کئے ہیں۔ العقد الفرید کی سب سے اہم خصوصت اس کی جامعیت اور اندازِ بیان اور دل آویزی ہے، اس میں جو مختلف ادبی موضوعات زیر بحث آئے ہیں ان کو پیش کرنے کا انداز بڑا دلکش ہے، اسی طرح قرآن وحدیث، فقہ، علم تاریخ اور دوسرے موضوعات ومسائل پر بھی مصنف نے اظہار خیال کیا ہے، پوری کتاب میں اپنے خطبات دیے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی فکر بہت منظّم ومرتب ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے ذہن میں ایک خاکہ بنا کر اس میں رنگ بھرنے کی کوشش کی ہے، کتاب افراط وتفریط اور حشو وزواید سے پاک ہے، اس کے موضوعات سے پتہ چلتا ہے کہ عربوں

کے تہذیبی اور ادبی ذخائر کو انہوں نے اچھی طرح کھنگھالا ہے، اسی بنا پر ان کی اس کتاب میں علوم وفنون کا ایک پورا شہر آباد ہے۔

العقد الفرید عربی علم وادب کی بنیاد اور امہات کتب میں شمار ہوتی ہے جو آج تک اہل علم ودانش کا مرجع ومصدر بنی ہوئی ہے، جس میں منتشر ومختلف مسائل، متفرق واقعات وحوادث، انساب وامثال، اشعار حتی کہ طب اور موسیقی کے متعلق بھی معلومات یکجا کر دی گئی ہیں، اس کے علاوہ علم العروض، علم الالحان اور علم التواریخ، جاہلی دور کے واقعات، انساب اور پڑوسیوں کے مختلف النوع واقعات کے متعلق بھی معلومات ہیں۔ اس کتاب نے ابن عبدربہ کو شہرت وعظمت کے بام عروج پر پہونچا دیا۔

ابن عبدربہ نے کتاب کے ہر باب کو ''ہیرے'' کا نام دیا ہے اور اسے پچیس حصوں یعنی پچیس ہیروں میں منقسم کیا ہے، وہ اس کی ترتیب وتبویب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''میں نے ''العقد الفرید'' کی تالیف میں بہترین ادبی جواہر منتخب کئے جو مسجع ومقفی عبارت میں ہیں اور ہر باب کے آغاز کی تمہید میں علماء حکما اور ادبا کے اقوال پیش کئے ہیں''۔

آخر میں وہ رقم طراز ہیں کہ میں نے عربی ادب کی بعض کتابوں کا مطالعہ کیا تو مجھے وہ ادب کے اکثر موضوعات اور ادبی روایات سے خالی نظر آئیں، اس لئے میں نے العقد الفرید کو ہر لحاظ سے جامع، کافی اور مکمل بنانے کی کوشش کی ہے اور ہر باب کو اپنے اور دوسروں کے اشعار سے بھی مزین کیا ہے۔

تاریخی نقطۂ نظر سے اس کتاب میں ایک نقص ضرور نظر آتا ہے، وہ یہ کہ مؤلف نے اسناد پر توجہ نہیں دی، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ چونکہ کتاب کا اصل مقصد ادبی ہے لہذا یہ عیب زیادہ قابل التفات نہیں۔

غرض العقد الفرید ایک ایسی جامع ومنفرد کتاب ہے جس میں عربوں کی صدیوں کی ذہنی کاوشوں کو جمع کر دیا گیا ہے، مصنف نے اس میں کسی ایک موضوع ہی کو نہیں اپنایا ہے بلکہ عربوں کی تاریخ وتہذیب کا جوہر کھینچ لیا ہے، یہ قرآن وحدیث، شعر وادب اور تاریخ کے میدان میں ان کی فکری عظمت کا ثبوت ہے جس سے ان کی بصیرت، علمی تبحر اور ادبی دیدہ وری کا پتہ چلتا ہے، انہوں نے بڑے

مؤثر انداز میں اسے گونا گوں معلومات ومواد کا ایک قیمتی خزانہ بنادیا ہے، پوری کتاب میں ان کی دانش وری کی عظمت جلوہ فگن ہے جوعلم وادب کے شیدائیوں کے لئے ہمیشہ سرمئہ بصیرت کا کام دے گی۔

۱۰۔۴ ابن حزم

ابن حزم کا پورا نام ابومحمد علي بن احمد بن سعید تھا جو فارسی النسل تھے۔ان کی ولادت قرطبہ میں ۳۸۴ھ مطابق ۹۹۴ء میں ہوئی، ان کے والد احمد خلافت مروانیہ کے اخیر دور کے فرماروا المنصور کے وزیر تھے، ساتھ ہی علم وبلاغت میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔والد کی اعلی شخصیت کا ابن حزم پر اثر پڑا اوران کی تربیت علم ومعرفت کے ماحول میں ہوئی، اپنے شیخ اور استاذ ابوعلي الفارسی کی صحبت میں طویل عرصہ تک رہنے کا انہیں موقع ملا۔ابن حزم نے حدیث کا درس اپنے استاذ ابوعلي الجسور سے حاصل کیا، اور ادب ابوالقاسم عبد الرحمٰن بن ابی یزید الأزدی سے پڑھا۔اس کے علاوہ اپنے والد کی مجلس میں اعلی شخصیات سے ملاقاتوں کا سلسلہ رہا جن سے وہ استفادہ کرتے رہے، اوران شعراء سے بھی ان کا تبادلہ خیال ہوتا رہا جومحلات سے وابستہ رہے، اس طرح انہوں نے بہت سے اشعار بھی حفظ کر لئے۔

ایام شباب میں وہ نعم نامی ایک دوشیزہ کی محبت میں گرفتار ہوگئے ابھی ان کی عمر بیس سال سے بھی کم تھی، پھر اس سے شادی ہوگئی، لیکن جلد ہی وہ اس دنیا سے کوچ کرگئی، بیوی کی جدائی کا ان کو اس قدر شدید غم ہوا کہ سات مہینے تک انہوں نے کپڑا تبدیل نہیں کیا۔

ابن حزم اپنے والد کی طرح بنوامیہ کے وفادار رہے، بنوامیہ کے آخری زمانے میں جب ان کے اور بنوعامر کے درمیان اختلافات ہوئے اور قرطبہ میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی تو ابن حزم مریہ پھر وہاں سے بلنسیہ چلے گئے، اس کے بعد ۴۰۸ھ مطابق ۱۰۱۷ء میں وہ واپس آئے، پھر ۴۱۴ھ مطابق ۱۰۲۳ء میں جب اموی حاکم مستظہر کے لئے بیعت لی گئی تو ابن حزم ان کے قریب ہوئے اور وزیر بنائے گئے، اور خوشگوار زندگی گزارنے لگے، لیکن بعد کے حکمراں المستکفی نے انہیں قید کردیا۔اب وہ سیاست سے بیزار ہوگئے، اور ہمہ تن علم وتصنیف کی طرف مائل ہوگئے، اندلس کے مختلف شہروں میں جاتے اور اہل علم وادب کی مجلسوں میں بیٹھتے، فقہاء سے علمی

مجادلہ کرتے جس کی وجہ سے ان کے معاندین کی ایک بڑی تعداد تیار ہوگئی، اور انہیں مختلف آزمائشوں اور مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔

ان حالات میں مجبور ہوکر ابن حزم لبلہ کے علاقہ کے ایک گاؤں میں مستقل جانشین ہوگئے، اور وہیں ہر طرف سے آنے والے طلاب علم کے لئے مرجع بن گئے، اور تألیف وتصنیف میں آخر عمر تک منہمک رہے، بالآخر وہیں ۴۵۶ھ مطابق ۱۰۶۳ء میں ان کی وفات ہوگئی۔

ابن حزم اپنے زمانہ کے وسیع علم ومعرفت اور دین داری، عزت نفس میں یکتائے رازگار تھے، بیشتر علوم جیسے لسانیات، بلاغہ، شعروادب، اخبار وتاریخ وفلسفہ، علوم اسلامیہ میں متجر تھے۔

ابن حزم نے فقہ، عقائد ومذاہب اور انساب واخبار، اور ادب میں نہایت قیمتی تصنیفات چھوڑی ہیں ان میں بعض یہ ہیں: ''**المحلی**'، ''**مراتب الاجماع**''، **کتاب الأصول والفروع**''، ''**الفصل فی الملل والأهواء والنحل**''، **کتاب الجمهرة**''، ''**طوق الحمامة**''۔ ان کتابوں میں سب سے زیادہ جسے شہرت ملی وہ ادب میں ''طوق الحمامۃ'' ہے جو ۱۹۱۴ء میں لیدن میں چھپی جس کا وسیع اثر یورپ میں دیکھا گیا۔

کتاب ''طوق الحمامۃ'':

''طوق الحمامۃ'' ابن حزم کی وہ منفرد ادبی کتاب ہے جو محبت کے فن میں انوکھے اور دلچسپ تفصیلی انداز سے لکھی گئی ہے۔ اسی وجہ سے علماء اور ادباء نے اپنے تنقیدی کتابوں میں بطور خاص اس کو شامل کیا ہے۔

مشہور مصری ادیب ڈاکٹر زکی مبارک لکھتے ہیں: محققین کے لئے یہ دلچسپ بات ہے کہ انہوں نے اس زمانہ کے ایک ایسے عربی ادیب نثر نگار کا پتہ چلایا جو محبت وعشق کی گفتگو کو بڑے تفصیلی اور جاذب انداز میں بیان کرتا ہے، یہ خواہشات اور دلوں کے راز میں ایک نشانی ہے، یہ سب کچھ ایسے شخص سے ہوا جو دین کا امام تھا اور ایسا مثالی تھا جس کی نفسیات کے ادب اور مزاج کی شرافت، اور اخلاق کی عمدگی میں اقتداء کی جائے۔

ابن حزم نے اپنی اس کتاب کو تیس ابواب میں تقسیم کیا ہے، جس میں دس ابواب محبت کے اصول کے بارے میں، اور بارہ

ابواب محبت کے مقاصداوراس کی اچھی ،خراب صفات کے بارے میں ہیں، جب کہ چھ ابواب ان آفات کے بارے میں ہیں جو محبت پہ آتی ہیں جیسے ہجر اور دوری، اور خاتمہ دو بابوں میں ہے جس میں گناہ کی خرابی اور پاکدامنی کی خوبی بیان کی گئی ہے۔

''طوق الحمامۃ'' کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے موضوع میں جدت ہے، اور اسلوب میں سلاست، فطریت، اور سہولت ہے، پیچیدگی اور غموض وتصنع سے پاک ہے۔ اس کے علاوہ مصنف نے اگر چہ اپنے اشعار کے نمونوں کے ذکر میں مبالغہ سے کام لیا ہے لیکن اپنے خیالات اور مواد کو ٹھوس انداز میں پیش کیا ہے، نیز اپنے دلی جذبات اور معاشرے کے احساسات کا تجزیہ کرنے، اور اپنی اور لوگوں کی زندگی میں محبت کے کردار کو اجاگر کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے، اس سلسلے میں اس کی رائے یہ ہے کہ محبت، طویل رفاقت سے ہی حاصل ہوتی ہے، ایک نگاہ کی محبت شہرت کے علاوہ کچھ نہیں، اور یہ کہ مسلسل وصال محبت کی آگ کو نہیں بجھاتا، وہ کہتا ہے کہ میں کبھی وصل کے پانی سے سیراب نہیں ہوا بلکہ مزید پیاس بڑھتی ہی رہی، مجھے یہ کیفیت طویل عرصہ تک رہی لیکن مجھے اکتاہٹ اور بیزارگی نہیں ہوئی۔ دنیا میں ایسی حالت کے ہم پلہ کچھ ہو ہی نہیں سکتا جہاں دو محبت کرنے والے، رقیبوں، چغلخوروں اور جدائی سے محفوظ ہوں، اور ہجر سے بے نیاز، اکتاہٹ سے دور، ملامت کرنے والوں سے پاک ہوں، اور اخلاق میں موافق، محبت میں یکساں ہوں، اللہ نے ان کو رزق وسیع اور پرسکون زمانہ دیا ہو، ان کا ملاپ اللہ کی رضا کے لئے ہو۔

ابن حزم اپنی اس کتاب میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حسن ہماری محبت کے مطابق رنگ اختیار کرتا ہے، کہتے ہیں: میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے اختیار تمیز میں معیوب نہیں سمجھے جاتے اور ان کے اندازوں میں کوئی نقص نہیں ہوتا، وہ اپنے بعض محبوب کی ایسی صفات بیان کرتے ہیں جو لوگوں کے نزدیک اچھی اور جمالیاتی نہیں سمجھی جاتیں لیکن وہ صفات ان کے دلوں میں گھر کر جاتی ہیں، اس کی مثال میں وہ کہتے ہیں کہ مجھے اپنی جوانی کے دنوں میں ایک ایسی لڑکی سے محبت ہوگئی جو سنہرے بالوں والی تھی، اس کے بعد سے مجھے کالے بال اچھے نہیں لگے۔

ابن حزم وفاداری اور بے وفائی پر بھی اچھی خاصی گفتگو کرتے ہیں، اور بڑے دلچسپ قصے اور نمونے پیش کرتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ عورت، محبت میں ہمدردی اور خوش کرنے کے اعتبار سے مرد سے بڑھی ہوئی ہے، اور عورتوں کے اندر محبت کے سربستہ رازوں کی

حفاظت کا جذبہ مردوں کے مقابلہ میں زیادہ ہے، لیکن کمزوری میں مرد وعورت دونوں برابر ہیں۔

۱۱۔۴ ابن شُہید

ان کا پورا نام ابو عامر احمد بن ابی مروان بن شہید ہے ان کی ولادت قرطبہ میں ۳۸۲ھ مطابق ۹۹۲ء میں ہوئی، اور ان کی نشو ونما ایسے لوگوں کے درمیان ہوئی جن کا خلفاء اور امراء کے یہاں کافی اثر ونفوذ تھا۔ جتنا ممکن ہوا تحصیل علم میں مصروف رہے، جب قرطبہ باہمی ریشہ دوانیوں کا شکار ہوا اور بربر نے اس کی حکومت پہ حملہ کیا تو ابن شہید قرطبہ ہی میں رہ کر جو برسراقتدار آیا ان سے منسلک رہے اور عامری حکومت میں جو عزت حاصل تھی اس کو دوبارہ پانے کی کوشش کرتے رہے، لیکن حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے، ان کے حاسدوں کی ایک تعداد مسلسل ان کے خلاف سازش کرتی رہی یہاں تک کہ انہیں قید کر دیا گیا پھر ان پر فالج کا حملہ ہوا جس کی وجہ سے ۴۲۶ھ مطابق ۱۰۳۴ء میں ان کی وفات ہوگئی۔

ابن شہید اپنے وقت کے ادیب تھے، نثر میں ان کی یہ کتابیں ہیں: " **کشف الدک و آثار الشک** "، " **رسالة التوابع والزوابع** "، "حانوت عطار"، اس کے علاوہ بہت سے ان کے رسائل ہیں جو امراء، وزراء اور ادبا کے لئے لکھے گئے ہیں جن میں مختلف معاشرتی مسائل اور تنقیدیں ہیں۔

ابن شہید کے رسائل علمی اور ادبی قدر ومنزلت کے حامل ہیں، جن میں ابن شہید کی علمیت، وسعت معلومات، فکر کی گہرائی نمایاں ہے، اگر ادبی اور تنقیدی نظر سے دیکھا جائے تو یہ رسائل بڑے وقیع اور تفصیلی ہیں، کیوں کہ ابن شہید محدود ثقافت اور قلیل مطالعہ کے باوجود اپنے ان رسائل میں دوررس گہرائی اور خود اعتمادی کے پیکر نظر آتے ہیں، کیوں کہ وہ مزاج کے لحاظ سے نفسیاتی فلسفی ہیں جو عالم ادب میں چلتے ہیں تو انسانی نفسیات کی گہرائیوں میں پہونچ جاتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ بیان صرف وافر الفاظ اور نحو کی معرفت سے نہیں انجام پاتا بلکہ انسان کی ان فطری قوتوں کا بھی اس میں دخل ہے جو جسم کے اعضاء اور نفس سے مرکب ہے، اس لئے حسن بیان غریب ونادر الفاظ کے حفظ اور نحوی قواعد از بر ہونے ہی سے نہیں حاصل ہوتا بلکہ طبیعت ومزاج کا بھی اس میں بڑا دخل ہے، اور انسان کی طبیعت کا انداز اس کے نفس وجسم کی ترکیب کے انداز پر منحصر ہے، جس کا نفس اس کے جسم پر حاوی ہوگا تو اس کا مزاج روحانی ہوگا اور

وہ معانی کو خوبصورت سانچے میں ڈھالے گا۔

ابن شھید کے نقد وادب میں دیگر اور بھی آراء ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شعر کا دارومدار صرف الفاظ پر نہیں ہوتا بلکہ الفاظ کے ساتھ اچھے معانی کا بھی ہونا ضروری ہے، ایک اچھا شاعر وہی ہوسکتا ہے جو بیان کے سمندر میں غوطہ زنی کرے اور دوٹوک بات کہے، نایاب چیزوں کی جستجو میں رہے، ایسی حکیمانہ باتوں کو شعر میں لائے جو اس کے مرنے کے بعد بھی باقی رہیں، اس کے علاوہ وہ اسالیب کلام اور معانی کی صورتوں کو بھی جانے۔

ابن شھید کا یہ بھی نظریہ ہے کہ حروف میں باہم قرابت ورشتہ ہوتا ہے جو الفاظ کی ترکیب میں ظاہر ہوتا ہے، اس لئے جب ایک قریبی قریب کے پاس ہوتا ہے تو اچھی ترکیب ہوتی ہے اور کلام میں خوبصورتی آتی ہے، ان کی نظر میں کاتب یا شاعر کو اجنبی اور غیر مانوس الفاظ استعمال کرنا عیب کی بات نہیں ہے، بلکہ عیب یہ ہے کہ ان الفاظ کو غیر مناسب جگہوں میں استعمال کیا جائے یا ان الفاظ کے حروف وحشی یا باہم میل نہ کھا رہے ہوں۔

اس طرح اگر دیکھا جائے تو ابن شھید اپنے نقد وادب میں نئے نظریات پیش کرتے ہیں، ان کا اسلوب صاف اور واضح ہے، تصوراتی منہج ہے، مجاز واستعارہ کی بہتات ہے، عبارت میں عمدگی، ترکیب میں پائیداری ہے، سجع اور صنعت لفظی بھی ہے، اسلوب میں قصہ بیانی کا رجحان ہے، تنقید جارحانہ ہے۔

۴۔۱۲ خلاصہ

اندلس اسلامی میں نثر کی ترقی خطبات اور رسائل سے شروع ہوئی جو ابتداء میں مشرق کے طرز پر تھی، پھر ان دونوں اصناف میں تفنن اور جدت پیدا ہوئی اور مقالات بھی لکھے جانے لگے، ملوک الطّوائف کے عہد میں ان رسائل کے اسلوب میں تصنع اور ظاہری حسن وجمال کا رنگ غالب ہوگیا۔ اس طرح اندلس اسلامی میں نثر کے اصناف میں خطبات، رسائل اور تصنیف وتالیف کو اچھی خاصی ترقی ہوئی۔

خطبات کے اسلوب میں اگر چہ ابتداءً سادگی اور اختصار تھا، پھر بعد میں صنعت لفظی اور طوالت بھی اس میں شامل ہوئی، لیکن

ان خطبات کو قرآنی آیات اور احادیث سے مزین کیا جاتا، شروعات حمد وثنا سے اور اختتام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام، سے ہوتا، یہ خطبے تین طرح کے ہوتے تھے، سیاسی خطبات جو سیاسی اور ملکی اغراض ومقاصد کے لئے ہوتے، اور معاشرتی خطبات جو معاشرے کے بعض افراد کے مقاصد کے لئے ہوتے، اور دینی خطبات جو لوگوں کی اصلاح وتربیت کے لئے دیے جاتے۔

رسائل بھی اصناف نثر میں ایک حیثیت رکھتے تھے، یہ رسائل بھی خطبات کی طرح شروع میں مشرقی نہج واسلوب کے مطابق سادگی، وضاحت کے حامل ہوتے، پھر ملکی پیمانہ پر جب علوم وفنون میں ترقی ہوئی تو یہ رسائل بھی مختلف اور متنوع موضوعات پر مشتمل ہونے لگے، یہ رسائل دیوانی بھی ہوتے تھے، اور ادبی بھی، اور دونوں طرح کے رسائل ادیبانہ اسلوب کے ہوتے تھے۔

تصنیف وتالیف کا کام بھی اندلس میں بڑے پیمانہ پر ہوا، شروع میں تو یہ کام نہ کے برابر تھا، لیکن جب مشرق میں عباسی دور کی تہذیب اور علم وثقافت کا اثر اندلس پر پڑا تو اس کے نتیجہ میں تمام علوم وفنون میں علماء وادباء نے مسابقت کیا اور بہت سی ادبی تصنیفات وجود میں آئیں۔

اندلس میں نثر نگاری کے شہسوار یوں تو بہت زیادہ علماء وادباء ہیں لیکن ان میں جن لوگوں کو شہرت ہوئی جنھوں نے قیمتی علمی وادبی تصنیفات چھوڑی ہیں ان میں ابن عبدربہ، ابن حزم، ابن زیدون، ابن خفاجہ، ابن الخطیب، ابن شھید، اور ابن عبدون وغیرہ ہیں، ان کی تصنیفات میں ابن عبدربہ کی ''العقد الفرید'' اور ابن حزم کی ''طوق الحمامۃ'' اور ابن شھید کے رسائل علمی اور ادبی حلقوں میں بڑی شہرت کے حامل ہیں، ان کے علاوہ بھی بہت سی علمی وادبی تصنیفات ہیں جن سے عربی نثر وادب میں کافی عروج حاصل ہوا۔

۴۔۱۳ نمونے کے امتحانی سوالات

۱۔ اندلس میں عربی نثر نگاری کا فروغ کیسے ہوا؟

۲۔ فن خطابت کے اغراض اور اسلوب بیان کیجئے؟

۳۔ رسائل دیوانی وادبی سے متعلق اہم معلومات تحریر کیجئے؟

۴۔ ابن عبدربہ اور ان کی معرکۃ الآراء کتاب ''العقد الفرید'' کا مختصر تعارف لکھئے؟

۵۔ابن حزم کے مختصر حالات جامع انداز میں لکھئے؟

۶۔''طوق الحمامۃ'' پر تبصرہ کیجئے؟

۷۔ابن شھید اوران کے رسائل کے بارے میں لکھئے؟

۴۔۱۴ فرہنگ

لفظ	معانی
مراسلہ،رسائل	خطوط کو کہا جاتا ہے جو امراء یا حکام کی طرف سے یا ادباء اپنے رفقاء یا امراء کو لکھتے تھے
العقد الفرید	قیمتی اور نایاب ہار کو کہا جاتا ہے، یہ ابن عبدربہ کی تصنیف کردہ مشہور کتاب کا نام ہے
طوق الحمامۃ	اس کے معنی کبوتر کی مالا کے ہیں، یہ ابن حزم کی مشہور کتاب کا نام ہے جو انھوں نے محبت پہ لکھا ہے

۴۔۱۵ مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

۱۔تاریخ الادب الأندلسی ڈاکٹر محمد زکریا عنانی

۲۔الأدب العربی فی الأندلس عبدالعزیز محمد عیسی

۳۔مجلّہ ''معارف'' شمارہ نومبر۲۰۰۵ء اعظم گڈھ